Oriental College Magazine,
Vol.97, Issue 01, Serial No. 363, 2022 111
اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷ شمارہ ۱
مسلسل شمارہ: ۳۶۳، سال ۲۰۲۲ء

مغلیہ عہد میں کشمیر میں فارسی ادب

شبنم گل
پی۔ایچ۔ڈی اسکالر (کشمیریات)، پنجاب یونیورسٹی لاہور
ڈاکٹر خواجہ زاہد عزیز
صدر شعبہ کشمیریات، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

PERSIAN LITERATURE OF KASHMIR
IN MUGHAL PERIOD

Shabnam Gull
PhD Scholar (Kashmiryaat)
Punjab University Oriental College, Lahore
Khawja Zahid Aziz, PhD
Chairman Department of Kashmiryaat
Punjab University Oriental College, Lahore

Abstract

Jammu Kashmir is a land of matchless natural beauty. After its annexation to the Mughal Empire in 1586, it became the center of art & culture, language & literature, especially Persian literature. Since the Mughal emperors were fond of learning, they encouraged poets, writers and scholars. A galaxy of poets under the umbrella of Mughals contributed richly toward Persian literature. The giants of Persian poetry like Mazhari, Fani, Ghani, Salim, Auji, Fitrati, Furughi, Najmi and Taufiq rose from the valley to prominence in the Mughal period. The article sheds light on the Kashmir-based poets’ literary contributions to Persian literature in the Mughal period.

Keywords:

فانی، غنی کشمیری، کشمیر، علم وادب، فارسی، مغل، ترکی، برصغیر، چغتائی

کشمیر میں علم وادب کی ترقی کا سلسلہ ہندو دور سے ہی شروع ہو گیا تھا، لیکن فارسی علم وادب کو جو عروج اور پذیرائی شاہ میری اور زین العابدین کے دور میں ملی وہ بے مثال ہے۔ اس دور میں دوسرے ممالک سے علما و فضلا آئے اور انھوں نے فارسی علم وادب کے فروغ کے لیے نمایاں کردار ادا کیا۔ اس کے علاوہ دار الترجمہ نوشہرہ میں قائم کیا گیا جس میں مختلف کتابوں کا فارسی اور سنسکرت میں ترجمہ کیا گیا۔

فارسی علم و ادب کا جو سلسلہ شاہ میری عہد (۱۳۳۹ء سے ۱۵۵۲ء) میں شروع ہوا اسے مغل دور میں مزید تقویت ملی۔ مغل بادشاہوں کی زبان چوں کہ فارسی تھی اس لیے انھوں نے اس کو فروغ دینے میں بہت کام کیا۔ مغل بادشاہ رزم و بزم کے شہ سوار تھے وہ جس قدر بہادر اور کشور کشا تھے اسی طرح علم و ادب کے قدر دان بھی تھے۔ ترکی اور فارسی دونوں زبانوں میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ آخری دور کے بادشاہوں کو اردو زبان میں بھی کمال حاصل تھا۔ مغل بادشاہوں کو عام طور پر عیش و عشرت کا دل دادہ سمجھا جاتا ہے حالاں کہ انھوں نے علم وادب کی ترقی میں نمایاں حصہ لیا۔ علوم وفنون سے لگاؤ ان کو ورثے میں ملا تھا۔

مغلیہ عہد فارسی زبان وادب اور فنون لطیفہ کا زریں عہد ہے۔ اس عہد کی مختلف حیثیتوں کے بارے میں بہت کچھ لکھا گیا ہے۔ مغل بادشاہ مقتدر تھے اور ہنر پرور بھی۔ بابر (۱۴۸۳ء۔ ۱۵۳۰ء) ایک باذوق اور روشن خیال حکم ران تھا وہ ترکی اور فارسی زبان میں شعر کہتا تھا۔ **تزک بابری** کے موضوعات خصوصاً معاصر شعرا، ادبا اور علما کا ذکر مصنف کی باذوق شخصیت کا آئینہ دار ہے۔ مغل بادشاہوں کو فارسی سے غیر معمولی رغبت تھی بابر کی مادری زبان ترکی تھی مگر اس نے اکتسابی زبانوں عربی اور فارسی سے بڑی دل چسپی دکھائی۔ ہمایوں (۱۵۰۸۔ ۱۵۵۶ء) ترکی اور فارسی جانتا تھا مگر پندرہ سالہ قیام ایران نے اسے تورانی کے علاوہ ایرانی فارسی سے بہ خوبی آشنا کیا۔ ہمایوں کے عہد میں کم مگر اکبر (۱۵۴۲۔ ۱۶۰۵ء)، جہاں گیر (۱۵۶۹۔ ۱۶۲۷ء) اور شاہ جہاں (۱۵۹۲۔ ۱۶۶۶ء) کے عہد میں ایرانی شعرا و ادبا کی ایک بڑی تعداد برصغیر آئی۔ (۱)

بابر کی سربراہی میں چغتائی ترک ہندوستان میں داخل ہوئے، اس کی علمی شہرت خصوصاً اس کی دل چسپ خود نوشت ہے۔ مرزا حیدر دوغلات (۱۵۰۰۔ ۱۵۵۱ء) کے مطابق ترکی ادب میں اس کا شمار نظام الدین علی شیر (۱۴۴۱۔ ۱۵۰۱ء) سے دوسرے درجے پر ہے۔ بابر کا دیوان خالص ترین شستہ

ترکی زبان میں تصنیف کیا گیا ہے۔اس نے قانون پر بھی ایک مفید کتاب لکھی۔وہ موسیقی اور دیگر فنون کا بھی ماہر تھا۔اس نے خوش نویسی کا ایک نیا اسلوب خط بابری کے نام سے ایجاد کیا اور قرآن پاک کی نقل کر کے ایک نسخہ مکہ شریف بھیجا۔اس کے علاوہ بابر علوم وفنون کی فیاضانہ سرپرستی کرتا تھا۔(۲)

بابر کے بعد اس کا بیٹا ہمایوں ایک اعلیٰ درجے کا ماہر طبیعیات، ریاضیات ونجوم اور جغرافیہ ہوا۔ اس نے شاعری میں بھی اعلیٰ درجے کے ادبی ذوق کا ثبوت دیا۔ہمایوں کو بہادری میں سکندر اعظم اور علم میں افلاطون کہا جاتا ہے۔یہ ہمیشہ بزرگوں اور اہل علم لوگوں کی مجلس میں خوشی محسوس کرتا تھا۔جنگی مہم پر بھی کتب خانہ اور اس کے ناظم کو ساتھ رکھتا تھا شہزادہ کامران بھی علم دوست اور صاحب دیوان تھا۔

اکبر کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ پڑھا لکھا نہ تھا۔اس کا رجحان زیادہ تر کھیل کود کی طرف تھا۔علم حاصل کرنے کی طرف کوئی دل چسپی نہ تھی۔ ہمایوں کی شدید خواہش تھی کہ اکبر کو اعلیٰ تعلیم دلوائے۔ ایران سے واپسی پر اس نے اکبر کی تعلیم کے لیے اپنے زمانے کے مشہور علما مقرر کیے مگر اکبر زیادہ پڑھ لکھ نہ سکا۔ابھی اکبر چھوٹا ہی تھا جب تخت وتاج کا بوجھ اس کے کندھوں پر آن پڑا۔اکبر نے محض زبانی سن کر مذہبی اور دنیاوی علوم میں حیرت انگیز کمال حاصل کیا۔اکبر اعظم کو تلاش و تحقیق اور علمی مباحث میں غیر معمولی دل چسپی تھی۔وہ تقابلی مذاہب کا مطالعہ کرنے والوں میں سے تھا۔اللہ نے اکبر کو اعلیٰ ترین ذہانت سے نوازا تھا۔غیر معمولی حافظے نے اس کی فطری قوتوں کو اور تیز کر دیا۔اسے فن تاریخ سے خاص دل چسپی تھی۔ اس نے **تزک بابری** اور **راج ترنگنی** کا فارسی میں ترجمہ کرایا نیز تہذیبی ادب میں **مہابھارت**، **رامائن ہری ونش**، **پوران** اور **پنج تنتر** کی کہانیوں کو فارسی روپ دیا۔ سنسکرت، ہندی، عربی اور یونانی زبان کی کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کرایا۔(۳)

مغل بادشاہوں نے وادی میں علم وادب کو فروغ دیا جس کی وجہ سے وادی علما اور شعرا کی آمد ورفت اور سکونت سے ترقی وخوش حالی کا گہوارہ بن گئی۔اس عہد میں فارسی علم وادب نے خاصی ترقی کی اور بڑی تیزی سے فارسی نظم ونثر لکھنے کا رواج پیدا ہوا۔اکبر کے دور میں فارسی زبان وادب کی بھرپور انداز میں ترویج کی گئی۔ کشمیر کی تاریخ کی ابتدائی کتاب **راج ترنگنی** جسے پنڈت **کلہن** نے ۱۱۴۹ء میں سنسکرت میں تحریر کیا تھا، اکبر کے حکم پر پہلی مرتبہ فارسی زبان میں ۱۵۸۹ء میں ترجمہ ہوئی۔ دوسری مرتبہ ۱۵۹۰ء میں **بحر الاثمار** کے نام سے ترجمہ ہوا۔(۴)

اس عہد میں شعر و سخن کا زیادہ چرچا رہا۔ جہاں گیر اور شاہ جہاں ادبی ذوق رکھنے کی وجہ سے علم و فن کے مربی اور قدر دان تھے۔ ان کے بیش بہا انعامات کی وجہ سے شعرا کی بہت حوصلہ افزائی ہوئی۔ کشمیر میں جو ناظم مقرر ہو کر آئے ان میں سے بعض خود بھی شاعر، شعر فہم اور شعر دوست تھے۔

مغلیہ عہد میں کشمیر کے لوگوں نے علم و ادب میں بہت ترقی کی۔ ملا محسن فانی (۱۸۷۹۔۱۹۴۱ء) کی کتاب **دبستان مذاہب** اسی دور کی تصنیف ہے۔(۵)

کشمیریوں کی مادری زبان کشمیری تھی لیکن فارسی جو ان کے لیے اجنبی زبان تھی جب یہاں متعارف ہوئی تو اس کی پذیرائی بھی انھوں نے مادری زبان کی طرح کی اور کشمیری زبان سے زیادہ سے زیادہ سرمایہ ادب مہیا کیا۔

یوں تو فارسی کا رواج شاہان شاہ میر اور اور چک سلاطین کے وقتوں سے ہو چکا تھا اور فارسی کو شاہی سرپرستی حاصل تھی جس کی وجہ سے کئی نام ور شاعر اور مصنف اطمینان و فراغت کی زندگی بسر کرتے ہوئے فارسی ادب کو مالا مال کر رہے تھے۔ پھر مغل دور شروع ہوا تو فارسی ادب کو مزید فروغ ملا اس لیے کہ مغل بادشاہ اور ان کے صوبے دار خود ذوق ادب سے سرشار تھے۔ چناں چہ ان کی سرپرستی سے کشمیر علم و ادب کا گہوارہ بن گیا۔ ملا محسن فانی وہ بزرگ تھے جن کی آغوش تربیت میں غنی کشمیری (۱۶۳۰۔۱۶۶۸ء) جیسا قادر کلام شاعر پروان چڑھا جس کی شاعری نے اہل کشمیر ہی سے نہیں بل کہ ایرانیوں سے بھی خراج تحسین وصول کیا۔(۶)

کشمیر میں مغلوں نے اقتدار حاصل کیا تو ان کی زبان فارسی تھی اس وجہ سے تمام دفتری کام فارسی زبان میں ہونے لگا۔ فارسی ادب میں اس خوش قسمت خطے سے متعلق جتنا کچھ کہا گیا ہے اور جتنا کچھ اس کو سراہا گیا ہے کسی اور سرزمین یا ملک کے لیے نہیں کہا گیا کم از کم فارسی ادب میں یہ مرتبہ اور مقام کسی اور ملک کو حاصل نہیں ہو سکا ہے۔(۷)

کشمیر میں مغلیہ دور کی ادبی ترقی نے اسے ایران صغیر بنا دیا تھا۔ ایران کے ملک الشعرا مرزا صائب (۱۶۷۶ء) بھی غنی کشمیری کے مشتاق تھے جسے کشمیر کی دل کشی اور غنی کی ملاقات کا شوق کشمیر لے آیا۔

وادی کشمیر کی آب و ہوا ایسی خوش گوار اور فرحت افزا تھی کہ گرمیِ آفتاب کے مارے ہوئے میدانی علاقوں سے لوگ کشمیر آتے تھے۔ شعرا کو کشمیر جیسی پر سکوں اور فرحت بخش جگہ اور کہاں میسر آسکتی تھی۔ ان شعرا میں سے حاجی محمد جان قدسی (۱۵۸۲۔۱۶۴۶ء) زندگی کے آخری ایام میں کشمیر میں مقیم ہو گئے اور یہیں آخری سانس لیا۔ انھوں نے کشمیر کی تعریف میں اشعار کہے۔(۸)

اکبر علما و فضلا کی قدر و منزلت بہ درجہ غایت کرتا تھا۔ اس کے دربار میں ہر وقت علمی و ادبی تذکرے جاری رہتے تھے۔ مغلیہ دور کا جائزہ لیا جائے تو اکبر کا دور ہر لحاظ سے شان دار رہا۔ وسعت سلطنت کے علاوہ علوم و فنون، شاعری و ادب، صنعت و حرفت تہذیب و ثقافت غرض ہر شعبے میں خوب ترقی ہوئی بالخصوص تاریخ نویسی کی طرف خاص توجہ ہوئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اکبر خود بھی تاریخ کے علم سے شغف رکھتا تھا۔ اس لیے اس کے عہد میں علم تاریخ اور وقائع نگاری میں خاصے کام ہوئے۔

اس دور کی تاریخ کی کتب میں **اکبر نامہ**، **آئین اکبری**، **منتخب التواریخ**، **تاریخ اکبری**، **ذکر ملوک**، **تاریخ حقی**، **تاریخ الفی** اور **طبقات اکبری** لکھی گئیں۔(۹)

اکبر کے عہد ہی میں ۱۵۹۶ء میں فارسی لغت کو اکبر کے حکم پر ترتیب دینے کا کام شروع کیا گیا اور جہاں گیر کے دور میں ۱۶۰۸ء میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ اس کو **فرہنگ جہانگیری** کا نام دیا گیا۔ جہاں گیر نے اپنی **تزک** میں اس لغت کی بڑی تعریف کی ہے۔ اس عظیم کام کے صلے میں انجو کو جہاں گیر نے عضد الدولہ کا خطاب دیا تھا۔

شیخ یعقوب صرفی (۱۵۰۲۔۱۵۹۵ء) کشمیر کے ایک بلند پایا صوفی، عالم اور شاعر تھے انھوں نے اپنا تخلص صرفی رکھا تھا۔ یہ اپنے دور کے اچھے خوش نویس تھے۔ شیخ یعقوب گنائی خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ بچپن سے علم و ادب کے شوقین تھے۔ سات برس کی عمر میں قرآن پاک حفظ کر لیا تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد حدیث اور فقہ کا علم حاصل کیا۔ صرفی نے فن شعر، معمہ، انشا اور خطاطی میں بھی مہارت تامہ حاصل کی۔ اس کے بعد علم کی پیاس بجھانے سمرقند چلے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد واپس کشمیر آئے اور ڈل کے کنارے فروکش ہو کر درس و تدریس کا سلسلہ شروع کیا۔ سمرقند گئے اور وہاں سے حج کے لیے تشریف لے گئے وہاں سے حدیث کی سند حاصل کی۔(۱۰)

شیخ یعقوب صرفی فارسی گو شعرا میں خاص مقام رکھتے ہیں۔ان کا کلام عالمانہ اور عارفانہ رنگ لیے ہوئے ہے۔ان کا دل ودماغ حقیقی عشق سے مالا مال تھا جس کا رنگ ان کی شاعری میں جھلکتا ہے۔

شیخ یعقوب صرفی نے **مسلک الاخبار** لکھی جو ۴۵۰۰،اشعار پر مشتمل **مخزن اسرار** کے جواب میں ہے۔ اس کا موضوع تصوف واخلاق ہے،**وامق عذرا** لکھی اور یہ خمسہ کی دوسری مثنوی تھی۔یہ ایک قدیم داستان تھی جس کے تراجم مختلف زبانوں میں ہو چکے ہیں۔لیکن صرفی نے اس کو فارسی میں لکھ کر نئی چاشنی پیدا کر دی۔**مغازالنبی** خمسہ کی چوتھی جلد ہے جو ۳۳۸۰،اشعار پر مشتمل ہے۔**مقامات مرشد** شیخ کے خمسہ کی آخری جلد ہے۔اس میں صرفی نے اپنے مرشد کامل کے فضائل و مناقب بیان کیے ہیں **لیلیٰ مجنون** ۲۶۰۴ اشعار پر مشتمل ہے اور یہ ۹۹۸ھ میں لکھی۔اس کے علاوہ **شرح صحیح بخاری**، **مناسک الحج**، **حاشیہ توضیح**،شرح رباعیات، **تفسیر مطالب الطالبین**،**دیوان صرفی**، **مناقب الاولیاء**، **تفسیر فارسی** اور **رسالہ ازکار** وغیرہ لکھے۔(۱۱)

بابا داؤد خاکی (۱۵۰۲ـ۱۵۸۷ء) کے والدین کا سایہ ان کے سر سے بچپن میں ہی اٹھ گیا۔ ۹سال کے تھے جب انھوں نے قرآن پاک حفظ کیا۔اللہ تعالیٰ نے انھیں بہترین صلاحیتوں سے نواز رکھا تھا۔انھوں نے صرف و نحو، منطق، فقہ، تفسیر اور حدیث وغیرہ کے علوم میں کمال حاصل کیا۔فارسی زبان کے بلند پایا شاعر تھے۔انھیں دس ہزار احادیث زبانی یاد تھیں۔ان کے کلام پر تصوف کا رنگ غالب تھا۔ان کی تصانیف میں **وردالمریدین** اور اس کی **شرح دستورالسالکین** ، **قصیدہ جلالیہ**،**رسالہ غسلیہ قصیدہ لامیہ** اور **شرح قصیدہ لامیہ** لکھی۔فارسی کے اعلیٰ پائے کے شاعر تھے اور خیالات کو عمدہ انداز میں نظم کرتے تھے۔ان کا باقاعدہ دیوان یا غزلیں تو میسر نہیں البتہ قطعات، قصائد، تذکروں اور تاریخ کتب میں حوالے ملتے ہیں۔

خان خانان بیرم خان (۱۵۵۹ء) ہمایوں کا معتمد تھا اور اکبر کا اتالیق تھا۔ترکی اور فارسی زبان میں اس کے مختصر دیوان موجود ہیں اس کا کلام ہموار اور اثر پذیر ہے۔ہمایوں کے ساتھ ایران گیا تھا اور وہاں کے اہل زبان کے ساتھ معاشرت کے اس کلام پر اثرات نظر آتے ہیں۔(۱۲)

سید جمال الدین عرفی شیرازی (۱۵۵۵-۱۵۹۱ء) شیراز میں پیدا ہوئے۔ جوانی میں برصغیر کا رخ کیا۔ طبعیت میں انانیت اور خودداری تھی قصیدہ نویسی کو پسند نہ کرتے تھے مگر قصائد خوب لکھے ہیں۔ غزل، مثنوی، ترکیب بند، ترجیع بند اور قطعہ میں استاد تھے۔ ان کی مثنوی **نظامی گنجوی**، **مخزن الاسرار** اور **خسرو شیریں** بہت مشہور ہیں۔ عرفی کی خود پسندی مشہور ہے قصیدہ میں پہلے اپنی تعریف کرتے ہیں اور اس کے بعد ممدوح کی۔

ملا مظہری کا تعلق کشمیر سے تھا۔ اعلیٰ پائے کے شعرا میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ عین جوانی میں ایران کی طرف کوچ کر گئے۔ وہاں سے عراق اور خراسان کی سیر کی۔ اس دور کے شعرا سے مراسم بڑھائے اور اس کے بعد کامیابی کی منزلیں طے کرتے گئے۔ لیکن جب وطن کی محبت نے ستایا تو لوٹ کر کشمیر آئے۔ جب کشمیر افواج چغتائیہ کے تصرف میں گیا تو ملا کو اس علاقے کے منصب میر بحر سے سرفراز کیا گیا۔ اس کا دیوان چھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے۔ یہ اشعار دلی واردات پر مبنی ہیں۔ ملا مظہری کا نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

مظہر بجہاں چو بی نصیباں می باش　　　　وز گل بنوای عندلیباں می باش

ترجمہ: اے مظہر دنیا میں تو بے نصیبوں کی طرح رہ اور پھول کے معاملے میں بلبلوں کی طرح بسر کر۔ (۱۳)

جہاں گیر کا عہد فارسی زبان و ادب کے فروغ کا دور ہے۔ اس کے دور میں مشہور کتاب **تاریخ حیدری** ۱۶۱۷ء میں لکھی گئی جو پانچ حصوں پر مشتمل ہے۔ اس کے علاوہ **راحت القلوب**، **تنبیہ القلوب**، **مقامات حضرت ایشاں**، از جبی، **نور نامہ** کی ترتیب، **درویش نامہ** (ایشیاٹک سوسائٹی میں نصیب کشمیر کے نام سے ہے) بابا نصیب الدین، **داستان سیف الملوک**، **بدیع الجمال**، از خورم کشمیری اور **رسالہ تحقیقات** از خواجہ پارسا شامل ہیں۔ (۱۴)

ندیم محمد صالح کا نام خواجہ علی بٹوائی تھا۔ محلہ نوھٹہ کے رہنے والے تھے۔ لطافت طبع کی وجہ سے مولانا ذہنی کی مجلس میں پہنچے اور ان کی تربیت سے سخن گوئی میں مہارت حاصل کی۔ زیادہ کہتے تھے اور خوب کہتے تھے۔ اہل درد، عالی حوصلہ اور بلند نگاہ تھے۔ انڈیا آفس لائبریری شمارہ ۱۶۰۵ء پر ندیم کا ایک نامکمل دیوان موجود ہے جس میں ردیف کے نصف تک غزلیات موجود ہیں نمونہ کلام ملاحظہ ہو:

از　آہ　سرد　آتش　داغم　فرد　نشت

باد　بلاد　وزید　چراغم　فرو　نشت

گردی ز چار سوی زمیں جست بر ھوا
بر گشت در حریم دماغم فرو نشست

ترجمہ: سرد آہوں سے میرے زخم کی آگ بجھ گئی۔ مصیبت کی ہوا چلی اور میرا چراغ بجھ گیا۔ چاروں طرف سے گرد ہوا میں اچھلی جب وہ مڑی تو میرے دماغ کی دیواروں پر بیٹھ گئی۔(۱۵)

کشمیر کا ایک اور شاعر ہے جو فطرتی کے نام سے مشہور ہوا۔ فطرتی ملا ذہنی کا شاگرد تھا ندیم اور فصیحی کے ساتھیوں میں سے تھا۔ان کے اشعار اعلیٰ پائے کے تھے۔اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ جب مرزا فطرت کشمیر آئے اور انھوں نے فطرتی کے اشعار پڑھے تو کہا کہ اگر مجھے معلوم ہوتا تو میں اپنا تخلص فطرت نہ کرتا۔اوحدی(۱۷۱۔۱۳۳۸ء) نے لکھا ہے کہ اس نے اکبر بادشاہ کی خدمت میں یہ دو اشعار پیش کیے اور بارہ ہزار روپے انعام پایا:

از باغ و گل ہوای دماغم فرونشست
پای ہوس بکنج فراغم فرونشست
پر تو فگند عشق فروغ فرد نما ند
سر بر زد آفتاب و چراغم فرو نشست

ترجمہ: باغ و گل سے میرے دماغ کی ہوا بیٹھ گئی۔ کوئی خواہش نہ رہی۔ میرے پاؤں فراغت کے کونے میں بیٹھ گئے۔ عشق نے اپنا جلوہ دیکھایا تو عقل کی چمک دمک جاتی رہی آفتاب بلند ہوا تو میرا چراغ بجھ گیا۔

مستغنی کشمیری شیخ یعقوب صرفی کے بیٹے تھے۔اصل نام محمد امین تھا۔ تخلص مستغنی تھا۔ انتہائی قابل علم و فضل میں نام ور اور حلیم طبیعت کے حامل تھے۔اپنے دور کے علما اور شعرا میں مقبولیت کے ساتھ ساتھ لائق تکریم بھی ٹھہرے۔ ستر سال کی عمر میں ۱۰۳۴ھ میں وفات پائی اور محلہ آروت میں مدفون ہوئے۔(۱۶)

ملا ذہنی کشمیر کے مایہ ناز شعرا میں شمار ہوتے ہیں۔ ذہنی دینی علوم سے بھی بہرہ ور تھے،اپنے زمانے میں شاعر بے مثال مشہور تھے۔ ذہنی زبردست پختہ گو شاعر تھے۔قدیم شعرا کی طرح قصیدہ لکھتے تھے۔غزل بھی رنگین تھی۔ان کی کلیات دس ہزار اشعار پر مشتمل ہے۔ان کے دیوان سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے اکبر بادشاہ کی وفات پر مرثیہ لکھا تھا۔جب شاہ جہاں تخت نشین ہوا تو اس نے **تاریخ جلوس سلطنت** لکھی۔اس کے علاوہ اکبر کے دور کے خان خانان بیرم خان سے بھی تعلق تھا اور

اس کی مدح میں بھی قصیدہ موجود ہے۔ چار خلفا کی منقبت میں چار طویل قصائد لکھے جو بہت مقبول ہوئے۔ تمہید میں تمام ان اشیا کا تذکرہ کیا جو چار عدد رکھتی ہیں۔ نمونہ کلام دیکھیے:

خرم دل از نسیم گلستان کس نیم   روشن نظر ز شمع شبستان کس نیم

ترجمہ: کس کے گلستان کی ہواؤں سے میں خوش نہیں ہوں نہ ہی کسی کے شبستان کی شمع سے میری نظر روشن ہے۔(۱۷)

کشمیر کا ایک اور چمکتا ہوا ستارہ اوجی (وفات ۱۶۲۳ء) کشمیری کے نام سے مشہور ہوا جو بلاغت اور ہنر پروری میں ثانی نہ رکھتا تھا۔ اوجی مولانا کشمیری کا بیٹا تھا۔ اس نے بچپن سے ہی شعر کہنا شروع کیے۔ جب مرزا آصف خان کشمیر کا ناظم ہو کر آیا تو اوجی نے ان کی ملازمت اختیار کر لی۔ انھی کے زیر تربیت اس کی شاعری پروان چڑھی۔ اس کو عروج آصف خان کے دور حکومت میں ملا اور پھر اس کے بعد آنے والے ہر حکم ران سے بخشش اور عطا سے سے نوازا گیا۔ صرف ایک مرتبہ لاہور آیا باقی تمام زندگی اپنے وطن میں گزار دی۔ اس نے ایک ساقی نامی لکھا جو اپنی مثال آپ ہے۔

بجائے سبزہ شرر د میدز خاک اوجی
بہر کجا کہ بر افشاندہ ایم دانہ چشم

ترجمہ: اوجی نے زمین کو سبزہ زار بنانے کے لیے اپنے آنسو بہائے لیکن سبزے کی جگہ شرر اور شعلے ہی نمودار ہوئے۔(۱۸)

خواجہ حبیب اللہ حبی (وفات ۱۶۱۷ء) سری نگر کے نواح میں رہتے تھے۔ انھیں شاعری میں کمال حاصل تھا۔ غزل، قصیدہ اور رباعی خوب کہتے تھے۔ اس کے علاوہ فن تاریخ سے بھی دل چسپی تھی۔ خاص کر تاریخ اسلام سے رغبت تھی اور اسلام کے اہم واقعات بھی تحریر کیے۔ شیخ یعقوب صرفی کے شاگرد تھے۔ اپنے مرشد کی سوانح حیات **مقامات حضرت ایشاں** لکھنے کے علاوہ تصوف کے موضوع پر **راحۃ القلوب** اور **تنبیہہ القلوب** لکھی ہیں۔(۱۹)

جہاں گیر کے بعد جب شاہ جہاں تخت نشین ہوا تو اس کے دور میں بھی فارسی علم و ادب میں ترقی ہوئی۔ شاہ جہاں کا دور علمی، تہذیبی اور بالخصوص ادبی لحاظ سے بہت اہم رہا۔ ایران سے علما و شعرا کو بادشاہ کی سرپرستی حاصل تھی۔ وہ نہ صرف برصغیر میں رہے بل کہ بعض نے کشمیر کو اپنا مسکن بنایا اور

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷، شمارہ ۱، مسلسل شمارہ: ۳۶۳، سال ۲۰۲۲ء

یہیں دفن ہوئے۔ اس دور میں **دبستان مذاہب**، **اسرار الابرار**، **طبقات شاہ جہانی**، **سکینۃ الاولیاء**، **رسالہ حق نما**، **ایماء المحققین**، **فتاویٰ نقشبندیہ**، **کنز السعادۃ**، **رسالہ رضوانی**، **شرح تجرید پر حاشیہ** اور **محکمات** لکھی گئیں۔(۲۰)

شاہ جہاں کے عہد میں شعر و سخن کا بڑا رواج ہوا۔ صائب تبریزی ایران سے آکر اس کے دربار میں رہے۔ شاہ جہاں ۱۰۴۳ھ میں کشمیر آیا تو اس نے علما، فضلا، حفاظ اور نعت خوانوں کو انعام و اکرام سے نوازا۔ بعض کے روزینے مقرر کیے اور بعض کو جاگیریں عطا کیں۔ محفل میلاد کے لیے بارہ ہزار روپے دیے۔ شاہ جہاں کے دور کے شعرا میں جان محمد قدسی (وفات ۱۶۴۶ء) جن کا اصل وطن قدس تھا، بعض امور کی انجام دہی کے لیے ہندوستان آیا اور اتنی شہرت پائی کہ بادشاہ کی صحبت سے فیض یاب ہوا اور ملک الشعرا بنا۔ قدرت نے عمدہ صلاحیت دے رکھی تھی۔ اسی وجہ سے اپنے ہم عصروں سے بہت آگے تھے۔ انھوں نے **ظفر نامہ شاہ جہانی** کو مکمل کیا۔ ایک شخص نے جواہرات سے مرصع ایک سفید ہاتھی بادشاہ کی خدمت میں پیش کیا تو قدسی بھی وہیں تھا۔ اس نے فوراً اشعار کہے۔ ان فی البدیہہ اشعار پر شاہ جہاں نے قدسی کو انعام و اکرام سے نوازا۔ اس کے علاوہ اس نے سفر کشمیر اور اس کے پیچیدہ راستوں کے بارے میں بھی **مثنوی** تحریر کی ہے۔(۲۱)

مرزا محمد قلی سلیم تہرانی (وفات ۱۶۴۷ء) شاہ جہاں کے دور میں برصغیر آئے اور وادی کشمیر کو اپنا مسکن بنایا۔ اس وقت اسلام خان صوبے داری کے فرائض انجام دے رہا تھا۔ بعد میں ظفر خان احسن (وفات ۱۶۶۳ء) کے پاس رہے۔ وہ مثنوی غزل اور قصیدہ لکھنے میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔ سلیم تہرانی سری نگر میں مزار شعرا میں مدفون ہیں۔ ان کی دو مثنویاں **قضا و قدر** اور **کشمیر** بہت مشہور ہیں۔(۲۲)

استغنا کا اصل نام عبدالرسول تھا۔ انھوں نے اپنی زندگی شروع سے ہی صبر و قناعت سے بسر کی۔ جب فکر معاش نے ستایا تو شاہ جہاں کے بیٹے شاہ شجاع (۱۶۱۶۔۱۶۶۱ء) کے دربار میں حاضر ہوئے اور ملازمت اختیار کی۔ شاہ شجاع کے ہاں داروغہ توپ خانہ تھے۔ مگر جب عالم گیر نے چڑھائی کی تو شاہ شجاع مغلوب ہو گیا۔ وہ بھی بے سروسامانی کی حالت میں اودھ کے امرا کے ہاں ملازم ہو گئے۔ پھر آہستہ آہستہ عالم گیر بادشاہ کے دربار میں رسائی حاصل کی اور شاہی ملازمین میں داخل ہو گئے۔ استغنا نے بڑی معنی یاب طبیعت پائی تھی۔ ان کا رنگین دیوان شہرہ آفاق تھا۔ صاحب **تذکرہ معراج الخیال** اسے جادو خیال رنگین افکار کہتے ہیں اور اس کی فکر رسا اور طبع نکتہ وری کی تعریف کرتے ہیں۔ تذکروں میں ان کے منتخب اشعار ملتے ہیں۔(۲۳)

ملا فروغی (وفات ۱۶۶۷ء) ایک ایسا شاعر تھا جو اپنی قابلیت کے بل بوتے پر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہوا اور شاہ جہاں کی سرکار میں بارہ روپے یومیہ پر ملازمت حاصل کی۔ پھر جب شاہ جہاں کشمیر آیا تو اس نے بادشاہ کو دو مثنویاں پیش کیں ایک **در وصف شاہجہان آباد** اور دوسری **در تعریف باغ حیات بخش** اس پر شاہ جہاں سے ہزار روپیہ انعام ملا۔ انھوں نے ہمیشہ عاجزی وانکساری کے ساتھ زندگی بسر کی۔ ملا حسن فروغی کا تعلق کشمیر سے تھا۔ ان کی شاعری کا شہرہ دور دور تک تھا۔ اشعار شگفتہ اور رنگین تھے۔ معنی خیز طبیعت پائی، فکر رسا سے عمدہ مضامین پیدا کرتے، منکسر المزاج تھے مدت تک درویشی اور عزلت نشینی میں رہے۔ ۱۶۵۵ء میں بارہ روپے روزانہ پر بارگاہ شاہ جہانی میں ملازم ہوتے اور ۱۶۶۷ء میں دہلی میں وفات پائی۔ (۲۴)

کلیم (وفات ۱۶۵۱ء) کا نام طالب تھا ہمدان میں پیدا ہوئے۔ جوان ہوئے تو شیراز چلے گئے اور مروجہ تعلیم حاصل کرنے کے بعد ہندوستان آ گئے۔ شروع میں دکن میں رہے پھر پورے ہندوستان کی سیر کرتے ہوئے شاہ جہاں کے دربار میں پہنچے لیکن جلد ہی شاہ جہاں نے کلیم کو **بادشاہ نامہ** لکھنے کے لیے کشمیر بھیج دیا۔ ابھی کشمیر میں ہی تھے کہ دنیا فانی سے کوچ کر گئے۔ نمونہ کلام:

طبعی بہم رسان کہ بسازی بعالمی　　　یا ہمتی کہ از سر عالم توان گذشت

ترجمہ: ایسی طبع دے جو ایک دنیا سے موافقت کر لے یا پھر ایسی ہمت دے کہ دنیا سے گزر ہو سکے۔ (۲۵)

جادو بیان، نازک خیال سخن ور، فکر متین کے سہارے نہایت بلند مضامین نظم کرتے۔ پختہ کلام اور سنجیدہ گوئی کے باعث اشعار دل نشین، عبارت ہم وار اور مضامین رنگین ہوتے۔ حضرت کے حسب الحکم خطہ کشمیر میں مقیم ہو کر موت تک بڑی نکتہ سنجی کے ساتھ **بادشاہ نامہ** لکھتے رہے۔ (۲۶)

ملا محسن فانی (وفات ۱۶۷۳ء) کا اصل نام محسن تخلص فانی اور وہ شیخ یعقوب صرفی کے خاندان سے تھے۔ علم و فضل میں کمال حاصل کیا یہاں تک کے شاہ جہاں نے ان کی قدر و منزلت کی اور الٰہ آباد میں صدارت کے عہدے پر فائز کیا۔ مگر ۱۰۵۶ھ میں شہزادہ مراد بخش (۱۶۲۴ء) نے جب بلخ فتح کیا تو اس کے کتب خانے سے محسن فانی کا دیوان ملا جس میں بلخ کے حاکم نذر محمد خان کی مدح سرائی کی گئی تھی۔ جب بادشاہ کو علم ہوا تو اس نے صدارت کے عہدے سے برطرف کر دیا۔ البتہ سالانہ وظیفہ مقرر کر دیا پھر وہ مرتے دم تک کشمیر میں درس وتدریس سے منسلک رہے۔ (۲۷)

ملا محسن فانی اس دور کے علما اور اساتذہ فارسی میں بہت شہرت رکھتے تھے۔ شیخ یعقوب صرفی اور بابا داؤد خاکی کے بعد یہ رتبہ بہت کم شاعروں کو نصیب ہوا۔ فانی شاعر، عالم اور فلسفی تھے۔ شیخ یعقوب

صرفی سے علم حاصل کیا اور پھر مزید علم کی تلاش میں مختلف ممالک کا سفر کیا۔ جب بلخ میں پہنچے تو نذر محمد زمان نے ان کے علم و فضل کا احترام کرتے ہوئے اپنے ہاں ملازم رکھا۔ فانی نے نذر کی شان میں قصیدے لکھے اور وہاں سے ہندوستان آ گئے۔ شاہ جہاں کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ان کو صدارت کے عہدے سے نوازا گیا۔ جب صدارت سے علحدہ ہو کر کشمیر آئے تو مدرسہ قائم کیا ان کی مثنویوں کا مجموعہ **مثنویات فانی کشمیر** کے نام سے شائع ہوا۔ اس مجموعہ میں جو مثنویاں شامل ہیں ان میں **ناز و نیاز**، **مصدر الآثار**، **میخانہ راز**، **ماہ و مہر** اور **ہفت اختر** شامل ہیں۔ نمونہ کلام دیکھیے:

بادشمان بصلحی و با دوستان به جنگ
یاری بنا شد این که باغیار می کنی

ترجمہ: دشمنوں سے تو صلح اور دوستوں سے جنگ کرتا ہے یہ تو یاری نہ ہوئی جو تو اغیار کے ساتھ کر رہا ہے۔(۲۸)

صادق کشمیری (وفات ۱۶۸۹ء) کے دل کو اللہ تعالیٰ نے بچپن میں ہی بدل دیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ ایک دن نماز کی حالت میں تھے کہ کیفیت بدل گئی اور ان کی زندگی کا رخ ہی بدل گیا۔ ترک دنیا کر کے عبادت و ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ کچھ عرصہ کے لیے دہلی اور پھر لاہور میں بھی رہے بالآخر کشمیر میں عزلت گزین ہو گئے۔ ان کا کلام **کلام صادق** کے عنوان سے ۱۹۶۰ ء میں شائع ہوا۔ اس کے علاوہ شاہ جہاں کے دور کے شعرا میں مشتری، مہری، گلشنی، فطرتی، طغرا، اور عطائی کشمیری شامل ہیں۔

اورنگ زیب کے عہد میں فارسی ادب میں بہت کام ہوا ہے۔ اورنگ زیب کی بیٹی زیب النساء (۱۶۳۸۔۱۷۰۱ء) نے **تفسیر کبیر** جو عربی میں تھی فارسی میں اس کا ترجمہ کیا اور اس کا عنوان **زیب التفسیر** رکھا۔ خواجہ محمد اعظم نے ۱۷۴۶ء میں **تاریخ کشمیر اعظمی** لکھی جس میں صوفیا کشمیر کا تذکرہ کیا گیا۔ اس کا اردو ترجمہ منشی اشرف نے کیا ہے۔ اس کتاب کا قلمی نسخہ پنجاب یونیورسٹی کی لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کے علاوہ اورنگ زیب کے عہد میں فارسی شعر و ادب اور علم و فن کو ترقی ملی جس کی ابتدا شاہ جہاں کے دور میں ہوئی تھی۔ جو ادب اورنگ زیب کے عہد میں پروان چڑھا اس میں **کتاب سلطانیہ**، **مراۃ طیبہ**، **فتاویٰ نقشبندی**، **اسرار الابرار**، **اشجار الابرار**، **کتاب قصرات**، **رسالہ ضروریہ**، **خوارق السالکین** متبادل نام **تاریخ ہادی**، **ہدایہ**، **مطول حواشی**، **علم قرآت**، **ردشیعہ**، **جواہر الحکم**، **تحفۃ الفقرا اولیا**، **سراج السالکین**، **عدۃ اللقا** (رسالہ ہے جس میں لا الٰہ الا اللہ کے فضائل بیان ہوئے ہیں)، **تعلیقات** اور **واردات**، **گنج فقر**

اورینٹل کالج میگزین، جلد ۹۷، شمارہ ۱، مسلسل شمارہ ۳۶۳، سال ۲۰۲۲ء

کنزالعشق، فتحات الکبرویہ، عین العرفان، ، منتخب التواریخ، ہدیۃ القرا، تکمیلہ تاریخ اعظمی اور **تحفۃ الاخوان** شامل ہیں۔(۲۹)

اورنگ زیب عالم گیر مذہبی رجحانات کی وجہ سے شعر و شاعری کو زیادہ پسند نہیں کرتا تھا۔ اسی وجہ سے اس نے ملک الشعرا کا عہدہ حذف کر دیا اور صرف تاریخ نویسی کی اجازت دی۔

عہد متاخرین میں اگرچہ تخت و تاج کی جنگ شروع ہو گئی تھی مگر اس میں بھی علم و ادب کا سلسلہ جاری رہا۔ کشمیر میں علم و ادب کو ایک راہ مل گئی تھی۔ کچھ پچھلے دور کے شاعر اور مصنف اس دور میں بھی موجود تھے۔ کچھ نئے عالم، شاعر اور انشاپرداز پیدا ہوئے۔ اس دور کی کتب میں **نوادر الاخبار، رسائل الاعظم**، **رسالہ وصیۃ الاصول الی دیار الرسول**، **ثمرات الاشجار، الجار الخلد، قواعد المشائخ**، **رسالہ فوائد الرضا، تجرید الطالبین** اور **واقعات کشمیر** شامل ہیں۔

المختصر مغلوں نے کشمیر میں ہر شعبہ زندگی میں ترقی اور خوش حالی لانے میں اہم کردار ادا کیا۔ بالخصوص فارسی علم و ادب کے میدان میں علما، فضلا اور ادیبوں کی حوصلہ افزائی اور ان کی سرپرستی کی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ علمی و ادبی ماحول میں بہت سے شاہ کار تیار ہوئے۔ مغلوں کی علم دوستی دیکھ کر بہت سے لوگ یہاں آئے اور ادب کو نئی جہت ملی۔ گو کہ فارسی زبان کشمیر میں مغلوں سے قبل بھی متعارف تھی، مگر جتنا کام مغل دور میں ہوا، اتنا کسی دوسرے دور میں نہیں ہوا۔

☆☆☆☆☆

حوالے

(۱) ظہورالدین احمد، پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ(لاہور۲۰۱۶ء بار دوم،)۱۶۔۱۷۔۴۱۵

(۲) حیدر مرزا، دوغلت، تاریخ رشیدی(پٹنہ بھارت، ۱۹۷۳ء)۱۷۳۔۱۷۴

(۳) عبدالقادر بدایونی، منتخب التواریخ، جلد، دوم، ۳۴۶۔

(۴) م۔م۔ مسعودی، کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ (سری نگر: حنان پبلشرز، ۱۹۹۳ء)، ۲۔

(۵) محمد سرور عباسی، کشمیری مسلمانوں کی جہدو جہد آزادی (مظفر آباد: آزاد جموں و کشمیر یونیورسٹی ۱۹۹۲ء)، ۱۱۔

(۶) کیفوی، حبیب، کشمیر میں اردو (لاہور: ۱۹۷۹ء)، ۱۰

(۷) سید حسام الدین راشدی، تذکرہ شعراء کشمیر (کراچی: ۱۹۶۸ء)، ۳۔

(۸) مسکین، محی الدین، تحائف الابرار فی زکر الاولیاء الاخیار،(بھارت:امر تسر،۱۳۲۲ھ)،۳۴۲۔

(۹) شمس اللہ قادری،مورخین ہند،۱۵۔۱۶۔

(۱۰) ظہورالدین احمد،پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ(لاہور: ۲۰۱۶ءباردوم)،۴۴۹۔

(۱۱) ایضاً۔ جلداول،۴۴۷۔

(۱۲) محمد ریاض، فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ، (لاہور،۲۰۱۱ء)،۱۹۶۔

(۱۳) محمد اعظم دیدہ مری،مترجم ظہوراحمد شہداد،واقعات کشمیر (سرینگر:۲۰۰۵ء)،۳۰۲۔

(۱۴) م۔م۔ مسعودی،کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ(سرینگر:حنان پبلشرز،۱۹۹۳ء)،۷۔۱۰۔

(۱۵) ظہورالدین احمد، پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ، (لاہور۲۰۱۶ءباردوم)،۱۶۔۱۷۔۴۱۵۔

(۱۶) مرزا اصلح،مرتبہ حسام الدین راشدی،(کراچی: ۱۳۴۶ھ)،۳۷۶۔

(۱۷) محمد اعظم،تاریخ کشمیر اعظمی،(سرینگر)،۱۴۹۔

(۱۸) محمد اعظم دیدہ مری،خواجہ،مترجم ظہوراحمد شہداد،واقعات کشمیر،(سرینگر،۲۰۰۵ء)،۳۰۲۔

(۱۹) محمد ریاض،فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ(لاہور،۲۰۱۱ء)،۲۰۰

(۲۰) م۔م۔ مسعودی،کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ،(سرینگر:حنان پبلشرز۱۹۹۳ء)۱۲۔۳۹۔

(۲۱) محمد اعظم دیدہ مری،خواجہ،مترجم ظہوراحمد شہداد،واقعات کشمیر،(سرینگر،۲۰۰۵ء)،۳۰۲

(۲۲) محمد ریاض،فارسی ادب کی مختصر ترین تاریخ،(لاہور،۲۰۱۱ء)،۲۰۰

(۲۳) میرزا،اصلح،تذکرہ شعراء کشمیر،(کراچی،۱۹۶۷ء)،۱۱۔

(۲۴) محمد صالح کمبوہ،ملا، تلخیص ممتاز لیاقت،شاہجہاں نامہ،(لاہور:۲۰۰۰ء)،۵۷۸۔

(۲۵) ظہورالدین احمد،پاکستان میں فارسی ادب کی تاریخ،(لاہور:۲۰۱۶ءباردوم)،۴۰۷۔

(۲۶) محمد اعظم دیدہ مری،خواجہ،مترجم ظہوراحمد شہداد،واقعات کشمیر،(سرینگر،۲۰۰۵ء)،۳۰۲۔

(۲۷) محمد صالح کمبوہ،ملا، تلخیص ممتاز لیاقت،شاہجہاں نامہ،(لاہور۲۰۰۰ء)،۵۷۷۔

(۲۸) لودھی،شیر خان،مرآۃالخیال،(بمبئی،۱۸۳۱ء)،۲۰۵۔

(۲۹) م۔م۔ مسعودی،کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ،(سرینگر:حنان پبلشرز۱۹۹۳ء)،۳۱۔۳۹

❖❖❖